# یہ جشن یہ ہنگامے دلچسپ کھلونے ہیں

تحریر: سہیل احمد لون

14 اگست 1947ء کو جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا۔نوزائیدہ پاکستان میں جب پہلی عید الفطر منائی گئی تو لوگوں میں ایک جوش وجذبہ تھا۔عید کی خوشی کے ساتھ آزادی کا شکر بھی اجتماعی طور پر ادا کیا گیا۔اس وقت سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی جتنی آج...... مگر اس کے باوجود چاند بھی سب کو نظر آ گیا اور عید بھی ایک ساتھ منائی گئی۔آزادی سے پہلے تو سب ایک خواب تھا جس کی تعبیر 14 اگست 1947ء کو قربانیوں، جدوجہد، دعاؤں اور کوششوں سے پاکستان کی صورت میں قوم کو ملی۔65 برس کے بعد ایک بار پھر ہم جشنِ آزادی رمضان المبارک کے آخری عشرے میں منا رہے ہیں۔مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا آزادی کا جشن منانے کے ہم حقدار ہیں؟ پاکستان جن مقاصد کے تحت حاصل کیا گیا تھا کیا وہ پورے ہوگئے یا انہیں پورا کرنے کی خلوص نیت سے کوشش کی گئی؟ آزادی کا مطلب مختلف لوگوں، طبقوں، علاقوں اور ملکوں میں مختلف ہوتا ہے۔مگر بنیادی طور ہر شخص جس کا تعلق خواہ کسی بھی گروہ، مذہب، قبیلے، قوم، نسل یا علاقے سے ہو اس کے نزدیک آزادی کا اہم ترین مطلب فرد کا تحفظ، جبر سے آزادی، ظلم وستم سے آزادی، بھوک سے آزادی، اندرونی و بیرونی جارحیت کے خوف سے آزادی ہے۔اس کے علاوہ آزادی کا اصل مقصد فرد کی اندرونی کیفیت کی آزادی ہے جس میں دل ودماغ کی آزادی یعنی منفی خیالات سے سوچ کو آزاد کیا جائے، نفرت سے پاک کیا جائے، سوچ محدود نہ ہونے کی آزادی ہو، عدم برداشت کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے بلکہ محبت اور پیار سے دوسروں کے موقف کو بھی سنا جائے۔جب تک سوچ کا انداز وسیع نہ ہو ہم آزاد ہو کر بھی آزاد نہیں ہو سکتے۔مثبت سوچ میں وسعت لا کر ہی ہم آزادی کا جشن منا سکتے ہیں۔کیا ہم ہر 14 اگست کو ایک قومی تہوار منافقانہ انداز میں منا کر اپنے آپ کو اور اپنی آنے والی نسلوں کو دھوکہ دیتے رہیں گے؟ کیا کبھی ہم نے اس بارے میں جائزہ لینے کی کوشش کی کہ گزشتہ برس جشنِ آزادی منانے سے لیکر اس سال کے سفر میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ کسی بھی ملک کی آزادی ماپنے کا پیمانہ اس کی عوام کی جان ومال کا تحفظ ہوتا ہے۔اگر کسی پرندے کو پنجرے میں بند کر دیا جائے وہاں اس کو مناسب خوراک، ہوا اور پانی کا بندوبست کر کے رکھا جائے پرندے کا احساسِ تنہائی دور کرنے کے لیے اس کے ساتھ کچھ پرندے اور بھی رکھ دیے جائیں۔شروع میں کچھ پھڑ پھڑائیں گے مگر کچھ مدت گزرنے کے بعد وہ اس ماحول کے عادی ہو جائیں گے۔مگر آزادی کی نعمت ان کو بھی اتنی ہی عزیز ہوتی ہے جتنی ہم انسانوں کو......! وہ ہمہ وقت آزاد اڑان کے خواب دیکھیں گے۔اگر پنجرے کا دروازہ کھول دیا جائے مگر اس کے آگے ایسے جانور چھوڑ دیے جائیں جن سے پرندوں کی جان کو خطرہ ہو تو وہ ایسی آزادی جس میں ان کی جان کو تحفظ نہ ہو قبول کرنے کی بجائے پنجرے میں زندہ رہنا پسند کریں گے۔ہماری عوام کا حال ان پرندوں سے بھی بدتر ہے جو نہ تو حقیقی معنوں میں آزاد ہیں اور نہ ہی ان کے جان ومال کو تحفظ حاصل ہے۔بیرونی جارحیت کا یہ عالم ہے کہ عوام کی حفاظت پر معمور مسلح افواج کو حدف بنایا جاتا ہے، کبھی حساس اداروں کے ناک تلے امریکی سپاہ اسامہ بن لادن کو فضائی حدود کی بندش کی پروا کیے بنا ہلاک کر جاتی ہے اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی، گھر آئی مہمان

کرکٹ ٹیم پر سر عام دن دہاڑے حملہ ہو جاتا ہے مگر قانون نافذ کرنے والے ادارے اس پر شرمندہ نہیں ہوتے، جیلوں سے خطرناک قیدیوں کو چند منٹوں میں مکھن سے بال کی طرح نکال لیا جاتا ہے ادارے مندر میں سجی مورتی کی طرح بے بس تماشہ دیکھتے رہتے ہیں۔شاید ہمارے سیاسی اکابرین اور اشرافیہ کے نزدیک آزادی اسی چیز کا نام ہے، حالات دیکھ کر تو یہی لگتا ہے کہ پاکستان کو آزادہی ان لوگوں کے لیے کیا گیا تھا۔ پاکستان کا مطلب کیا......ساریاں چیزاں مہنگے پاء......آپی کھاندے ککڑ پلاء......سانوں کیندے چنڈیاں لا......!!! گزشتہ کچھ برسوں سے ہم نے آزادی کی بین مختلف بھینسوں کے آگے بجتی دیکھی۔آزاد میڈیا، آزاد عدلیہ، آزاد وخود مختار پارلیمنٹ، آزاد و شفاف الیکشن کمیشن، میموگیٹ کے لیے آزاد وخود مختار کمیشن، ارسلان گیٹ کے لیے آزاد کمیشن......!ابھی تک اس بات کا فیصلہ نہ ہوسکا کہ آزاد عدلیہ خود مختار ہے یا پارلیمنٹ؟ حقیقت میں اداروں کی اس لڑائی سے عوام کو کیا فائدہ؟ سیاسی رہنماء بلاناغہ ایک دوسرے پر الزامات لگا کر آزادی اظہار اور جرات اظہار کا مظاہرہ کرتے ہیں، بعض اوقات تو اس معاملے میں اتنے آزاد ہو جاتے ہیں کہ وہ کسی ادارے کے سربراہ پر الزامات کی بارش کر کے اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے میں بھی کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرتے، ایسا کام کرتے ہوئے میڈیا ان کو بھرپور کوریج دے کر اپنے آزاد ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔اب تو ہر سہ ماہی میں قرآن پاک ہاتھ میں اٹھا کر پریس کانفرنس کرنے کی بھی ریت بنتی جارہی ہے۔پرنٹ میڈیا میں لکھنے کے لیے پیسے لینے والے تو ہر جگہ ہوتے ہیں مگر بدقسمتی سے آزاد میڈیا میں پیسہ لیکر لکھنا بھی ایک عام سی بات بن گئی ہے۔پیسہ لیکر کسی کے حق میں لکھا جاتا ہے یا کسی کے خلاف، الیکٹرانک میڈیا میں بھی اس بیماری کے جراثیم پھیل چکے ہیں۔آخر ہم آزاد ملک کے آزاد باشندے ہیں، جو چاہیں جب چاہیں جیسا چاہیں کریں......بس اس بات کا خیال رہنا چاہیے کہ اس سے کسی ،،بڑے صاحب،، کی توہین نہ ہو۔قومی پرچم میں کچھ حصہ سفید رنگ کا بھی ہے جو اقلیتوں کی نمائندگی کرتا ہے، جن کا یہ کہنا تھا کہ پرچم میں سبز رنگ اکثریت یعنی مسلم کو ظاہر کرتا ہے ان کے حصے میں چاند ستارہ اور ہمارے حصے میں ڈنڈا ہی آتا ہے۔شاید اقلیتوں کے ساتھ ناروا سلوک ان کو ملک چھوڑنے پر مجبور کر رہا ہے جس کی حالیہ مثال پاکستانی ہندوؤں کی بھارت میں جا کر سیاسی پناہ کی درخواست دینا ہے۔جشن آزادی مناتے ہوئے ہمیں مذہبی آزادی کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔14 اگست کو جھنڈے کو سلامی دیتے وقت سفید رنگ کو دیکھ کر خون سفید نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس بات کو یاد رکھنا بہت ضروری ہے کہ ان لوگوں نے بھی آزادی کے لیے اتنی ہی قربانیاں دیں ہیں جتنی مسلمانوں نے، بلکہ یہ تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے اقلیت بننا قبول کیا مگر پاکستان نہ چھوڑا۔شاعر مشرق کے خواب کو قائداعظم نے شرمندہ تعبیر تو کر دیا مگر جن اصولوں پر پاکستان کا قیام ہوا کیا ہم اس پر عمل پیرا ہیں؟ ہم نے تو حقیقت پسندی کی آنکھیں بند کر کے آدھے پاکستان کو تو اپنے سے جدا کر دیا۔اس کا شاید ہم نے کبھی سوگ نہیں منایا، باقی ماندہ پاکستان بھی اب انہیں مشکلات کا شکار ہے جیسے سقوط ڈھاکہ کے وقت۔مگر ہم جشن آزادی دھوم دھام سے منائیں گے، چاہے ڈرون اٹیک میں جتنے بھی معصوم مارے جائیں، ہم آزادی کا جشن منائیں گے چاہے رمضان میں بھی 18 گھنٹے لوڈشیڈنگ ہو، ہم جھنڈیاں لگائیں گے چاہے اس جھنڈے کی دنیا میں عزت رہے نہ رہے، ہم جشن آزادی منائیں گے چاہے دہشت گردی میں غریبوں کے خون کی ہولی کھیلنے کا وحشت ناک کھیل جاری وساری رہے، ہم جشن آزادی منائیں گے چاہے معاشی پہیہ کرپشن کی دلدل میں جتنا مرضی گہرا اتر جائے۔قیام پاکستان کے بعد پاکستان نے لندن اولمپکس میں شرکت کی جس میں پاکستانی ہاکی ٹیم

نے بغیر کوئی میچ ہارے با آسانی سیمی فائنل تک رسائی حاصل کی تھی میڈل حاصل نہ کرنے پر ٹیم آفیشلز سمیت کھلاڑی بھی غمزدہ تھے۔ حالیہ لندن اولمپکس میں پاکستانی ہاکی ٹیم ساتویں نمبر پر آ کر بھی نادم نہیں اور ٹیم کے آفیشلز اس کارکردگی سے بڑے مطمئن ہیں۔ یہ تو کھیل ہے مگر ہمارے ہاں تو ہر شعبے میں یہی حال ہے "سب ٹھیک ہے" کے فارمولے پر عمل ہو رہا ہے۔ جب انسان گزشتہ کی غلطیوں سے سبق نہ سیکھے تو اس کا انجام بھیانک ہوتا ہے۔ آزادی کا جشن مناتے وقت کبھی اس بات پر توجہ کیوں نہیں دی جاتی کہ ہمارے مسائل روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں، حالت یہ ہوگئی ہے کہ لوگ زندگی کی بنیادی ضروریات کو ترس رہے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف سارے وسائل پر قابض کرپٹ اقلیت ,,اقتصادی آزادی،، منانے میں مصروف ہے۔ جس کا اندازہ ان کی معاشی حالت دیکھ کر لگایا جا سکتا ہے۔ حکمرانوں کا اقلیتی ٹولہ تو جشن آزادی منانے کا حقدار ہے۔ کیونکہ وہ مادر پدر آزاد ہیں۔ جشن آزادی کے نام پر اس سال بھی کروڑوں روپیہ خرچ کیا جائے گا۔ کسی غریب کا تن چاہے نہ ڈھکا ہو مگر جھنڈے لہرائے جائیں گے، غریب عوام کے گھروں میں بھوک کی آگ کے سامنے چولہے کی آگ مدھم پڑ جاتی ہو مگر جشن آزادی میں خوشی کے ترانے بجائے جائیں گے۔ جب تک عوام الناس زر پسند حکمرانوں کے تسلط سے آزاد نہیں ہونگے وہ ان کو اپنی خواہشوں تکمیل اور ہوس کی آگ میں ایندھن کی طرح استعمال کرتے رہیں گے۔ کاش...... ! آئندہ 14 اگست کو ہم حقیقی آزادی کا جشن منا سکیں۔ ورنہ ساحر نے تو کہا تھا

یہ جشن یہ ہنگامے دلچسپ کھلونے ہیں

کچھ لوگوں کی کوشش ہے کچھ لوگ بہل جائیں

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

11-08-2012

sohailloun@gmail.com